قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو اٰیۃً

رواہ البخاری

سلسلۂ

التبلیغ

کا

ساتوان وعظ مسمیٰ بہ

(۷)

التقویٰ

منجملہ ارشادات حضرت قبلہ وکعبہ ام مرشدی ومولائی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم

حسب فرمائش جناب ناظم صاحب امداد المواعظ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

احقر شبیر علی عفی عنہ کے اہتمام سے

محرم سنہ ۱۳۴۱ ہجری

مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون میں طبع کیا گیا

الوعظ الملقب بالتقوٰی

این	متی	کیف	کم	لم	ماذا	من انتفع	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	بیٹھکر ہوا یا کھڑے ہوکر	کتنا ہوا	کیوں ہوا	کیا مضمون تھا	کس طبقہ کے لیے زیادہ مفید تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
فیروز آباد متصل مسجد شیشہ گران	شب ۲۹ ربیع الثانی سنہ	بیٹھکر بیان فرمایا	۳ گھنٹہ ۲ منٹ	مدرسہ کا ایک جلسہ تھا			مولوی سعید احمد مرحوم تھانوی		

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولٰنا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

یہ ایک آیۃ ہے سورۂ تغابن کی جسکو اسوقت بیان کے لیے قصداً نہیں اختیار کیا گیا بلکہ ایک اتفاقی امر ایسا پیش آیا جس سے اس کو اختیار کیا گیا وہ یہ کہ کل میں سیوہی تھا وہاں کے بیان میں تین آیتیں پڑھی گئی تھیں ایک یہ اور ایک اسکے قبل کی اور ایک اسکے بعد کی سیوہی میں تو قبل کی آیت کو بیان کیا گیا بوجہ مناسبت وہاں کے حالات کے اب یہاں تینوں میں کی دوسری آیت ہی مناسب معلوم ہوا کہ چونکہ سفر ایک ہے اس لیے اس سفر میں دونوں ہی آیتوں کو بیان کیا جائے چنانچہ اس وقت اس آیت کو اختیار کیا گیا اور عجب نہیں کہ کل آیندہ کے بیان میں اسکے بعد کی آیت کا بیان ہو اس طرح سے یہ آیت سلسلۂ بیان میں آگئی مگر اب یہاں اس سبب خارجی کے اسکے بیان میں آنے کے ساتھ یہ مناسب حال بھی ہے اور اگر خاص مناسبت بھی نہ ہوتی تب بھی اس لیے مناسب ہے کہ قرآن مجید میں ہر مضمون ضروری ہے یہ بھی قرآن ہی کی ایک آیۃ ہے اس بنا پر اس میں کسی خاص ترجیح کے بیان کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن ایک مطب روحانی ہے اور ہم مریض ہیں تو ہر آیت تمام امراض کا علاج ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید کی عجیب ترتیب ہے کہ اسمیں ابواب و فصول نہیں بلکہ ہر مضمون میں ایسی جامعیت کا لحاظ ہے کہ جو آیت بھی لی جاوے وہ ہر مرض کے علاج کے لیے کافی وافی ہے۔ گو ہر مقام پر ظاہر نظر میں کسی خاص مرض کا علاج معلوم ہوتا ہے لیکن تعمق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مرض کا علاج ہے اور تعمیں سے معلوم ہوا ہوگا

قرآن کا طرز ادا نقص نہیں کہ طرز مصنفین پر کیوں نہیں

کہ قرآن مجید کا طرزِ مصنفین کے کتب کے طرز پر کیوں نہیں ہے یعنی طبائع اس بات کی خوگر ہیں کہ ہر باب میں جدا مضمون ہو نماز کا الگ زکوٰۃ کا الگ علیٰ ہٰذا فنون عقلیہ میں بھی یہی بات ہو چنانچہ مولانا نے مثنوی میں کسی معترض کا یہی قول نقل بھی کیا ہے کہ اُس نے کہا تھا کہ اسمیں مثل دیگر کتب تصوف کے طور پر علیحدہ علیحدہ ہر چیز کا بیان نہیں بلکہ مخلوط طور پر ہے تو مولانا نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ نادانی ہے یہ طرز تو قرآن کا بھی ہے اور اس وقت یہ جواب کافی تھا کہ قرآن کا کوئی منکر نہ تھا مگر اس زمانہ میں تو حدیث او قرآن کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں گو صاف انکار تو نہیں مگر شبہات لاتے ہیں ایک وہ زمانہ تھا کہ قرآن پر مسلمانوں کو وسوسہ کا گذر بھی نہ تھا اُسمیں کاوش نہ ہوتی تھی وجہ یہ ہے کہ قلب میں جسکی عظمت ہوتی ہے اسمیں کبھی شبہ نہیں ہوتا چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں سلطنت کی عظمت ہے اُسکے احکام میں کبھی چون و چرا نہیں کرتے خاصکر پرانی وضع کے لوگ کہ ان کا تو مذہب ہی یہ ہے کہ ع رموز مصلحت ملک خسرواں دانند۔ تو نکتہ چینی کا کبھی موقع نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو زبان تک نہیں آتا کہ بغاوت ہو جاوے تو قانون سلطنت میں تو نہیں آتا لیکن قرآن کو ایسا تختہ مشق بنایا ہے کہ الف بے تے کی تمیز نہیں ہے اور قرآن پر نکتہ چینی کی جاتی ہے استعداد علمی کی بھی ضرورت نہیں۔ تو اُس وقت تو مولانا کا وہ جواب کافی تھا مگر اب یہ دوسرا سوال بھی پیدا ہوگا کہ قرآن میں یہ کیوں طرز ہے اس لئے میں اسکا جواب دیتا ہوں کہ اسکا سبب ظاہر ہے مگر اُسی کیلئے جس کو تعلق بین اللہ و بین العبد معلوم ہے سو اول وہ تعلق سمجھئے کہ کیا ہے سو وہ تعلق ہے شفقت ذاتی کا ذاتی اس لئے کہ خدا کو کوئی غرض نہیں اور جو ایسی شفقت ہوگی وہ نہایت کامل ہوگی۔ ایک مقدمہ تو یہ ہے دوسرا یہ کہ کامل شفقت کا اثر تعلیم میں کیا ہے مثلاً باپ ہے تو جس کو خدا نے باپ ہونے کی دولت عطا فرمائی ہے اُس کو تو خوب معلوم ہے لیکن اگر کوئی بیٹا ہے تو اُس کو بھی یاد ہوگا کہ باوجود باپ کی شفقت کے اسقدر کامل ہونے کے پھر اسکا ایک خاص قسم کا برتاؤ ہوتا ہے کہ اُسکی نصیحت میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہوتی جسطرح سے مصنف کی کتاب ہوتی ہے کہ مبوب و مفصل ہوتی ہے اسطرح سے باپ کا طرز نہیں ہوتا مثلاً وہ تمیز سکھا رہا ہے کہ بیٹا بڑوں کا ادب کیا کرتے ہیں اور اُن کو سلام کیا کرتے ہیں عین اس موقع پر بیٹے نے کھانے کا بڑا لقمہ لے لیا باپ نے فوراً کہا کہ بیٹا لقمہ چھوٹا لو تو اگر کوئی کہے کہ باپ کا کلام بے جوڑ ہے تو بھائی تم کو اسلئے بے جوڑ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو شفقت کی اطلاع نہیں جس کو شفقت ہوتی ہے اُس کو ربط کے انتظام کی ضرورت نہیں اور اگر باوجود اس کے بھی وہ کلام مرتب اور مربوط ہو تو غایت بلاغت ہے لیکن اگر اسمیں ترتیب نہ بھی ہوتی تب بھی غایت درجہ کی حسن و خوبی تھی اور افسوس ہے کہ آج یہی بات جو شفقت کی ایک بالغ دلیل ہے لوگوں کے نزدیک موجب نقص ہے تو وجہ یہ ہے کہ خدا سے تعلق نہیں الگ چاہتے ہیں کہ خدا کو بھی اجنبیوں کا سا تعلق ہو جو قرآن کے اجزا میں ربط کو لازم سمجھتے ہیں گو واقع ہے مگر لازم نہیں ہے تو صاحبو وہ خدا ہیں آپ چاہے اُن سے خدا ہونے کا برتاؤ چاہیں مگر وہ تو خدا ہی ہونے کا برتاؤ کرینگے چنانچہ اسی کا اثر ہے جو فرماتے ہیں افنضرب عنکم الذکر

صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین یعنی ہم تم کو ہمیشہ سمجھاوینگے خواہ تم نہ مانو بخلاف غیر شفیق کے کہ جب مخاطب نہیں مانتا وہ تفہیم چھوڑ دیتا ہے غرض خدا کے کلام کا یہ طرز ہے سو اسکا مقتضا یہ تھا کہ اگر اس میں کوئی ترتیب بھی ہوتی تب بھی خوبی ہی تھی اور اب تو ربط بھی ہے جس سے حسن دوبالا ہوگیا تو حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ربط صریح نہ ہونیکا سبب شفقت ہے اسلئے ہر جگہ جامعیت کی شان ہے کہ ہر مقام پر ہر مضمون سے تعرض ہے گو یہ دوسری بات ہے کہ کوئی مضمون مدلول بعبارۃ النص ہے اور کوئی مدلول بدلالۃ النص وغیرہ لیکن یہ بات کہ کسی مقام پر صرف ایک ہی مضمون کا بیان ہو یہ نہیں ہے اور اسلئے مجھے کسی خاص آیت کے انتخاب کی ضرورت نہیں ہوئی اور اسی تخصیص کے ضروری نہ ہونے کے سبب میرا یہ معمول ہے کہ لوگوں کے کہنے سننے سے کسی خاص مضمون کا بیان نہیں کرتا گو مشورہ سن لیتا ہوں مگر (ل) پھر جو ہے اس لائق کوئی مجھے سناوے وہ کچھ وہی جو سمجھ میں آوے نیز اسکا اثر بھی اچھا نہیں ہوتا اور اصل بات تو یہ ہے کہ جب کلام جامع ہے تو اسکی ضرورت ہی کیا ہے جب ہر آیت ہمارے امراض کا علاج ہے تو جس مقام سے چاہا آیت پڑھ دی تو مرجح کی ضرورت ہی نہیں لیکن اسوقت یہ ایک اتفاقی مرجح بھی نکلی ہے کہ یہ آیت ترتیب میں آگئی خیر یہ تو وجہ ترجیح تھی اب اصل مضمون سنئے کہ اسکے قبل فرمایا انما واللہ عندہ اجر عظیم اس سے یہ آیت مرتبط ہے اور ضرورت ارتباط یہ ہے کہ اس آیت کے شروع میں (ف) ہے جس کا ترجمہ ہے پس اور لفظ پس بالفظ تو ایسے مقام پر آتا ہے کہ مرتبط ہو ماقبل سے اور یہاں ماقبل سے ربط کیلئے تو بہت سہل ہے واللہ عندہ اجر عظیم ہے یعنی جب اللہ کے یہاں بہت بڑا اجر ہے تو تم کو چاہیے کہ اس پر نظر کرکے خدا سے ڈرا کرو کیونکہ اس کا مالک اجر عظیم ہونا مقتضی اس کا ہے کہ تم وہ برتاؤ کرو کہ اس اجر کے مستحق ہو جاؤ یعنی استحقاق بسبب علاقہ خداوندی کے نہ اسلئے کہ اسکے ذمہ کسی کا حق واجب ہے اور کیونکر کسی کا حق ہو سکتا ہے اگر حق ہوتا عمل کے سبب ہوتا اور عمل کی کیفیت یہ ہے کہ وہ محض بظاہر آپکی طرف منسوب ہے ورنہ حقیقت میں وہ آپ کا عمل ہی نہیں کیونکہ تمام آلات ہاتھ پیر جنسے عمل ہوتا ہے سب اسی کے دیئے ہوئے ہیں ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

پس اسکی ایک مثال عرض کرتا ہوں جو اسکے قبل میرے ذہن میں بھی نہیں تھی کہ آپکا ایک باورچی ہے اس نے کھانا پکایا تو کیا اس کو حق ہے کہ اس کو اپنا کھانا بتادے ہرگز نہیں کیونکہ سب چیزیں آپ کی ہیں اور ہاتھ پیر جو باورچی کے ہیں تو ان کے تصرف و فعل کو جس سے کھانا پکا ہے ہم نے خرید لیا ہے کیونکہ اجارہ کا خلاصہ مبادلۃ المال بالمنافع ہے تو اس باورچی کی کیا چیز ہوئی کچھ بھی نہیں تو اگر وہ ایسا دعوی کرے تو اسکی تحقیق کیوجہ صرف یہ ہے کہ اس کی کوئی چیز نہیں تو پھر اس مجموعی سامان کا نتیجہ حاصلہ اسکی ملک کیونکر ہوگا۔ پس ایسا ہی آپ کی نماز کا حال ہے کہ اعضاء اسکے دیئے ہوئے ارادہ اسکا دیا ہوا سب کچھ تو اسی کا ہے تو آپ کی کونسی چیز ہے جس سے یہ دعوی ہو کہ میری نماز ہے تو جیسا اس باورچی کا دعوی غلط ہے ایسا ہی ہمارا دعوی بھی تو اس حالت میں ہمارا کیا استحقاق ہوا بلکہ اتنا (و)

ہے کہ باورچی کے منافع تو اصل میں اُسی کے تھے جسکے سبب معاوضہ کی ضرورت ہوئی اور یہاں تو شروع ہی سے سب
اُسی کے پیدا کردہ ہیں معتزلہ نے بڑی غلطی کی کہ خدا تعالیٰ کے ذمہ بندہ کا حق بتلایا اہل سنت نے اس کو سمجھکر
حقیقت کو ظاہر فرما دیا معتزلہ کو دھوکہ ہوا حقاً علینا وغیرہ نصوص سے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی
حقیقت کو ایسے مضامین سے ظاہر فرما دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو بے وجہ عذاب دینے لگے تب بھی وہ ظالم نہیں
اور آپکا فرمانا بالکل خدا کا فرمانا ہے ع گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ تو گویا خدا تعالیٰ نے ہی فرما دیا کہ ہم پر کسی کا حق واجب
نہیں اور یہ جو فرمایا گیا ہے حقاً علینا نصر المؤمنین ونحوہ تو انہوں نے سمجھا نہیں یہ ایسا ہے جیسے بچہ سے کہدیں کہ یہ
کھٹولا تیرا ہے تو خدا تعالیٰ چونکہ صادق الوعدہ ہیں اسلئے فرما دیا کہ ہم اُس کو ایسا پورا کرتے ہیں کہ گویا وہ بندی کے
حقوق ہمارے ذمہ ہیں تو شریعت کے سب پہلوؤں کو سمجھنا چاہیئے سو اس کو اہل سنت نے سمجھا تو میری کلام میں جو
استحقاق کا لفظ ہے یہ وہ استحقاق نہیں جو معتزلہ نے سمجھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو تفضلاً مستحق اجر ہونا ہے
تو خدا سے ڈرو جس سے دوسرے احکام کا امتثال بھی لازم ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تم امتثال کرو یہ حاصل ہے مقام کا
اور یہاں چند صیغے امر کے فرمائے ہیں اور تقریر ربط سے معلوم ہوا ہو گا کہ اُن میں ہر امر ضروری ہے کیونکہ انکو
اجر عظیم کا مدار قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کوئی شخص اپنے کو اجر سے مستغنی نہیں کہہ سکتا اسلئے اُن کا ضروری ہونا بھی
ظاہر ہو گیا اگر کوئی استغنا کا دعویٰ کرے تو اس قسم کے دعوے دو وجہ سے پیدا ہوتے ہیں یا تو اسلئے کہ دین کیطرف
توجہ نہیں یا توجہ ہے مگر اپنی احتیاج کی خبر نہیں اور واقعی اکثر لوگوں کو ویسا اشتیاق جنت کی نعمتوں کا نہیں
جیساکہ دنیا کے منافع کا اشتیاق ہے اسکو تو گھنٹوں سوچتے ہیں کہ فلاں جگہ سے مال لاویں گے اور انہیں
اسطرح نفع حاصل کرینگے غرض ایک شوق کے ساتھ حدیث النفس ہوتا ہے اور ایک ارمان ہوتا ہے اور
حوصلہ ہوتا ہے لیکن سچ بتلایئے کہ کبھی یہ بھی حوصلہ ہوا ہے کہ خدا ہم کو توفیق دے کہ عمل کریں اور جنت میں جاویں
اور وہاں اسطرح کھاوینگے اسطرح پیئں گے اسطرح حوروں سے باتیں کریں گے اسطرح اللہ تعالیٰ کا دیدار
دیکھیں گے سو اس کا حدیث النفس ہرگز نہیں ہوتا ہاں کبھی کسی سے سُن لیا تو تھوڑی دیر سرسری توجہ ہو گئی پھر کچھ
نہیں اور میں کسی اور کو کیا کہوں اپنے ہی کو کہتا ہوں کہ بہت کم ایسی تمنا اور آرزو ہوئی ہو گی صاحبو اجر کی احتیاج
وہ چیز ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسرے انبیاء بھی نہیں ہیں لیکن احتیاج اجر کے باب میں خود حضور صلے
اللہ علیہ وسلم کا اپنی نسبت یہ ارشاد ہے کہ حدیث میں ہے کہ ایک مقام پر حضور سفر میں تھے اور اونٹ کم تھے اور سوار
زیادہ تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری مقرر کردی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دو آدمی مقرر
ہوئے اللہ اکبر غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مساوات کو عمل میں لاکر دکھلایا ہے آج دعویٰ تو بہت سے میں
جن کو سُنکر معلوم ہوتا ہے کہ جنید اور شبلی یہی ہیں لیکن کام کے وقت سب کے پیچھے ہیں صاحبو ہماری یہ گو ئے

ہمیشہ کام کیا ہے نام نہیں کیا اور آج نام ہی نام مقصود ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کیا ہے سلف نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور ابھی پچیس تیس برس پہلے لوگ کام کرتے تھے لیکن نہ نام و القاب سیکرٹری وغیرہ کہیں نہ تھے میں ان لفظوں پر اعتراض نہیں کرتا لیکن اگر عمل نہ ہو تو بیشک اعتراض ہے پہلے لوگ جو کچھ کر گئے وہ آج نظر بھی نہیں آتا ہم لوگ آج محض ضابطہ کے مولوی ہیں اور پہلے بے ضابطہ کے مولوی ہوتے تھے لیکن انکی استعداد کا آج عشر عشیر بھی نہیں دیکھا جاتا۔ ہم نے اپنے بعض بزرگوں کے متعلق سنا ہے کہ بازار سے پتے اٹھا کر لاتے تھے اُن کو پکا کر کھاتے تھے اور بخاری شریف کو لکھ کر پڑھتے تھے اور آج تو کتاب میں ایک غلطی نکل آئی تو وہ بھی نہیں بنائی جاتی وجہ یہی ہے کہ وہاں خلوص تھا اور یہاں ضابطہ ہے سو ضابطہ میں خلوص کہاں نام تو سب سے بڑا اور کام کے وقت سب سے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کبھی نہیں جتلایا کہ ہم تمکو اپنے برابر سمجھتے ہیں لیکن کر کے دکھا دیا۔ کرتے تو کم ہیں مگر ظاہر بہت زیادہ کرتے ہیں کیونکہ کام کرتے ہیں محض مخلوق میں نام پیدا کرنے کو اور نام کہنے سے زیادہ ہوگا غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کر کے دکھلا دیا کہ آپ کے اونٹ میں دو اور شریک تھے حضور نے اس پر یہ عمل کیا کہ تھوڑے خود سوار ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر اتر گئے اور اُن سے فرمایا کہ اب تم سوار ہو انھوں نے عذر کیا تو حضور نے فرمایا کہ بھائی نہ تم ہمت میں مجھ سے زیادہ نہیں اور میں اجر سے مستغنی نہیں ہوں کہ تم تو ثواب لو اور میں ثواب نہ لوں اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا کمال یہی عبدیت کاملہ ہے خوب کہا ہے ایک شخص نے ایک نصرانی سے کہ تم جو خدا کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام کو تو ناقص خدا کہو گے اور ہم کہتے ہیں بندۂ کامل تو تم ہی انصاف کر لو کہ کمال کی نسبت کرنا بہتر ہے یا یہ کہ نقص کی نسبت کرنا تو ہم ساری دنیا کے سامنے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال کمال عبدیت ہی ہم کسی درجہ میں بھی آپکے لئے الوہیت ثابت نہیں کرتے تو اس عبدیت کاملہ کے سبب آپ اس پر قانع نہیں ہوئے بلکہ بوجہ اسکے کہ آپ نے غیر متناہی کمالات ہیں اگر ایک چھوٹا سا مسئلہ آداب رکوب کا کمال نہ ہوا تو کیا حرج ہے حضور کو عشق کامل ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ اسلئے آپ سے کوئی ایک جزو بھی حکم کا ترک نہیں ہو سکا ہم لوگ کچے ہیں کیونکہ عشق نہیں اس لئے حس بھی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی اختیار فرمایا اور ہماری یہ حالت ہے کہ جتنا جانتے جاویں چاہیے کہ اجر کی عزت بڑھتی مگر بالعکس ہم کو تو تنبیہ ہیں نفل کی تعریف پڑھنے سے کہ کرنے سے ثواب اور نہ کرنے میں گناہ نہیں یہ بات حاصل ہوئی تھی کہ اس فرق سے نفلیں چھوٹ گئیں تو وجہ یہ ہے کہ ہم کو کامل محبت نہیں اور حضور کو محبت کامل ہے تو اسلئے آپ کا دل ایک ذرا سا درجہ چھوڑنے کو بھی نہیں چاہا یہ کام کہ اپنے ساتھی کو سوار کر دینا بالکل معمولی بات ہے ہم تو اگر سفر میں اپنے کسی شاگرد کے ساتھ ہوں تو باوجودیکہ ہمارے ذمہ بھی ہے کہ اس کو راحت دیں مگر سب سے اول اپنے ہی کو کہتا ہوں کہ اس کو پوچھیں بھی نہیں اور یہ واقعی بات ہے اللہ اکبر کیا چیز ہم میں سے کم ہو گئی۔

ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ملاحظہ فرمایئے اگر ہم ہوتے تو فوراً چڑھ بیٹھتے اور شاید ساتھی سے کہتے بھی نہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کی یہ حالت تھی کہ اتنے بڑے تو کامل اور تعظیم کے معمولی الفاظ کی نسبت بھی فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کہو باقی ہماری ہدایت کے لیے اپنے کمالات بھی ظاہر فرمائے ہیں یہ دوسری بات ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فطری مذاق یہی ہے کہ آپ نے کبھی مخدوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور ہم لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ ذرا سی بات میں زبان پر یہ لفظ آتا ہے کہ تم ہمکو نہیں جانتے ہم کون ہیں اسکے جواب میں ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے انکی ایک نصیحت پر کہا تھا کہ اما تعرفنی کہ تم مجکو نہیں جانتے اونہوں نے کہا کہ جانتا ہوں اولک نطفۃ مذرۃ و آخرک جیفۃ قذرۃ و انت بین ذلک تحمل العذرۃ یعنی اول تیرا ایک نطفہ ہے اور انتہا ایک گندی لاش ہے اور درمیان حالت یہ ہے کہ پیٹ میں پاخانہ لیے پھرتا ہے تو میں اول سے آخر تک تمہارے پرزوں کو جانتا ہوں تو جب کسی کے دلمیں ایسا وسوسہ آئے تو خود ہی یہی جواب دے کسی نے خوب کہا ہے ؎

زخاک آفریدت خداوند پاک — پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

اور واقعی ہمارے پاس فخر کی ہے ہی کیا چیز ہم کو اگر شرافت نسب پر دعویٰ ہے تو اول تو اس کا ثابت ہونا ہی مشکل ہے پھر بعد ثبوت ذرا تاریخ اوٹھا کر دیکھیے کہ جن کی طرف منسوب ہیں ان میں سے بہت کی نسبت اہل تاریخ نے کسقدر اختلاف کیا ہے اور اگر سب اجزا ثابت بھی ہوجاویں تو یہ کیا فخر ہے کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں جبکہ ہم ویسے نہ ہوں ؎

لئن فخرت باٰباء ذوی نسب — لقد صدقت ولکن بئس ما ولدوا

تو ایسے شخص کو تو کبھی کہنا ہی چاہیے کیونکہ یہ ناخلف ہونیکا دعویٰ ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ شریف النسب ہونا کوئی چیز نہیں ضرور ہے آج بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اس کو مٹاتے ہیں تو یہ بھی غلطی ہے لیکن کہتا یہ ہوں کہ یہ فخر کی چیز نہیں ہاں ایک نعمت ہے اسپر خدا کا شکر کرو لیکن غریبوں پر فخر اور انکی تحقیر نہ کرو اسی طرح تمام مفاخر کو سمجھ لو غرض ہم کیا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم ایسے ہیں مگر یہ وہ بلا ہے کہ ہم میں سے شاید کوئی اس سے خالی ہو حتیٰ کہ تواضع جو کہ فخر کی ضد ہے ہم اسمیں بھی فخر کے مرتکب ہو رہے ہیں اور یہ بات آپکو نئی معلوم ہوگی لیکن بہت پرانی ہے یعنی یہ کہ ہماری تواضع بھی تکبر ہے چنانچہ اگر کوئی شخص تعریف کرے تو کہتے ہیں کہ صاحب میں تو محض نالائق ہوں مگر دل سے وہ ہرگز ایسا نہیں سمجھتا چنانچہ جو شخص یہ کہے وہ غور کرکے دیکھ لے کہ دل سے کہتا ہے یا زبان سے اگر محض زبان سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ تکبر ہے اور اگر دل سے ہے تو امتحان یہ ہے کہ وہ تعریف کرنیوالا ذرا پلٹ کر کہدے کہ ہاں جناب آپ بڑے نالائق ہیں مجھکو معلوم نہ تھا اس لئے تعریف کرتا تھا بس اب دیکھئے انکی کیا حالت ہوتی ہے حضرت گولی مارنیکو تیار ہو جاویں گے اور عمر بھر کو آپس میں بغض ہو جاویگا پس جب ہماری تواضع بھی تکبر ہے تو تکبر تو کیا کچھ ہوگا۔ سو ہماری تو یہ حالت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں باوجودیکہ کونسی خوبی نہ تھی ؎

حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپکی یہ کیفیت ہے کہ ہر ہر چیز میں افتقار کا اظہار فرماتے ہیں چنانچہ سواری میں دیکھیے کیا فرمایا اور خیر یہ تو اجر آخرت کی بات ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک اپنے افتقار کو ظاہر فرمایا ہے کہ بعد کھانے کے فرمایا کرتے کہ غیر مودع و غیر مستغنی عنہ ربنا یعنی اے اللہ ہم اگلے وقت بھی اس سے مستغنی نہیں تو کھانا جو بہت ہی سرسری چیز ہے آپ اسکو بھی نعمت عظمیٰ سمجھتے ہیں اور اسکی طرف بہت احتیاج ظاہر فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مجبور کر کے سوار کیا ادھر صحابہ کا مذاق یہ تھا کہ وہ اصلی عاشق تھے جب اُنھوں نے دیکھا کہ حضورؐ کو اسی میں راحت ہے بس وہ بھی سوار ہو گئے اور ہماری حالت بزرگوں کے ساتھ یہ ہے کہ ایسے موقع پر اصرار کیا تو اُنکی مخالفت کرتے ہیں اور غضب تو یہ ہے کہ بعضے بزرگوں کی بھی یہ حالت ہے کہ وہ جو اپنے چھوٹوں کے ساتھ تواضع کرتے ہیں تو وہ بھی دل سے نہیں ہوتی اگر دل سے ہو تو اسمیں اثر ایسا ہوتا ہے کہ اکثر تو فوراً ہی مان لیا جاوے اور بعض جگہہ چھوٹے تکلف کرتے ہیں میں ایک بزرگ کے پاس گیا وہ پائنتی بیٹھے ہوئے اور مجھے سرہانے بٹھانا چاہا میں نے عذر کیا آخر اُنھوں نے تندی سے فرمایا میں بیٹھ گیا اُسکے بعد اُنھوں نے غالباً فرمایا کہ میاں آؤ ہم تمکو ایک حکایت سناویں۔ پھر عالمگیر اور داراشکوہ کا قصہ سنایا کہ یہ دونوں عطائے سلطنت کی دعا کرانے کے لیے ایک دوست کی بیخبری میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن بزرگ نے اُنکی شہزادگی کے ادب سے سرہانہ چھوڑ کر انکو بٹھلانا چاہا داراشکوہ نے تو تکلف کیا پھر جب اس نے درخواست کی تو اُن بزرگ نے فرمایا کہ میں تو تخت پر بٹھلاتا تھا مگر تم نے نہ مانا۔ عالمگیر کو جب بٹھلانا چاہا یہ فوراً سرہانے بیٹھ گئے پھر جب درخواست کی تو اُنھوں نے فرمایا تم تو تخت ہی پر بیٹھے ہو تو داراشکوہ کا ادب تو ظاہری تھا اور باطناً بے ادبی یعنی مخالفت اور عالمگیر کا ادب ظاہری تو نہ تھا لیکن باطنی تھا یعنی اطاعت پھر مجھ سے اُن بزرگ نے فرمایا کہ جو کچھ اپنا بزرگ کہے اسمیں کوئی راز ہوتا ہے لیکن یہ موافقت اُس وقت ہے جبکہ دل سے ہو بناوٹ سے نہو غرض بزرگوں کا ادب یہ ہے کہ جب وہ دل سے کہیں مان لے مگر ہمنے تو یہ سبق پڑھا ہی نہیں الا ماشاء اللہ ہم اپنے اُستاد مولانا صاحب کے آنے سے تعظیماً کھڑے ہو جاتے لیکن جب معلوم ہوا کہ اُن کو بار ہوتا ہے تو اس کو ترک کر دیا محبت تو یہ ہے کہ جس سے انکو راحت ہو ہماری اُستاد ابتدائی کتابوں کے تھانہ بھون کی جامع مسجد سے جوتہ اپنا لیکر چلے ایک معتقد صاحب آئے اور جوتہ لینے لگے اُنھوں نے تواضع سے انکار فرمایا معتقد صاحب نے جھٹکا دیکر چھین لیا اسمیں تو ادب وہی ہے کہ جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سیکھا کہ جو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بس بہت اچھا سبحان اللہ عجیب و غریب شان تھی عاشق اسی کو کہتے ہیں مجھکو ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ اُن کے ایک شاگرد آئے دیکھا کہ شیخ پر فاقہ ہے وہ فوراً اُٹھے اور گھر سے کھانا لائے شیخ نے فرمایا کہ کھانے کی مجھکو حاجت تو ہے مگر قبول سے

عالمگیر اور داراشکوہ کی حکایت

[illegible]

ایک امر مانع ہے وہ یہ کہ جب تم اُٹھکر چلے مجکو خطرہ ہوا کہ تم کھانا لے جاؤ تو اس سبب سے نفس کو انتظار رہا اور
حدیث میں قبول ہدیہ کی شرط فرمائی گئی ہے مااتاک من غیر اشراف نفس فخذہ اور مجکو اشراف
ہوگیا وہ شاگرد معًا کھانا اُٹھا کر واپس چلدیے جب نظر سے غائب ہوگئے پھر لوٹ کر آگئے اور عرض کیا کہ حضرت
اب تو نا امیدی ہوگئی ہے اشراف نہ رہا تھا اب لے لیجئے شیخ اور شاگرد دونوں متبع سنت تھے حضرت یہ
اتباع سنت ایک ہم ہیں کہ ہم نے سنت میں بھی انتخاب کر رکھا ہے کہ معاشرت میں کہیں اس کا نام ہی نہیں صاحبو
سنت تو یہ ہے کہ ہر چیز میں اتباع ہو چنانچہ ان بزرگ کا اتباع دیکھیے ہم ہوتے تو شاید فرض بھی یاد نہ آتا اور سنت
تو درکنار مگر انہوں نے کہا کہ اسوقت لینا سنت کے خلاف ہے کیونکہ اشراف نفس ہے اور ان سے بڑھ کر ان شاگرد کا
ادب اور اتباع سنت دیکھیے کہ پھر اصرار نہ کیا ہم سے سوال ہوتے تو ہاتھ پکڑتے منت کرتے۔ غرض جس طرح ہوتا
اُن کے سر کر کے آتے لیکن ان کا ادب دیکھئے کہ عرض کیا کہ حضرت بہت اچھا اُٹھا کر سینی گھر چلدیے گو آپ
کہتے ہونگے کہ عجب بے مروت تھے لیکن کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ اس ادب اور خدمت کو جمع کرنے پر شیخ کو
جوش اُٹھا اور سینہ سے لگالیا اور فرمایا کہ واقعی جب کوئی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہزاروں صورتیں
ہیں ایک ہم ہیں کہ ستا کر خدمت کرتے ہیں صحابہ کا طرز یہ تھا کہ وہ آپ کی مرضی کو دیکھتے تھے حتی کہ جسوقت
ہنسی کا موقع دیکھتے تھے تو ہنسی کرتے تھے چنانچہ آپ نے ایک صحابی کی کوکھ میں انگلی چبھوئی انہوں نے کہا کہ میں
بدلہ لوں گا آپ نے اجازت دی اُنہوں نے کہا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا آپ نے کرتہ اُٹھا دیا وہ دوڑ کر لپٹ
گئے اور بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میرا تو یہ مطلب تھا تو صحابہ کی یہ حالت تھی اتنے بے تکلف تھے اور ایک قصہ ہے کہ
صحابہ میں ایک شخص تھے فارس کے رہنے والے وہ شوربا اچھا پکاتے تھے ایکبار وہ حضور کی دعوت کرنے آئے
آپ نے حضرت عائشہ کے لیے بھی اجازت چاہی اُنھوں نے انکار کر دیا آپ نے دعوت سے انکار کر دیا وہ چلے
گئے پھر لوٹے اور اسی طرح دو تین بار ہوا تیسری مرتبہ میں حضرت عائشہ کو بھی اجازت دی تو آپ نے اتنا بے تکلف
کر رکھا تھا اور اسقدر آپ نے ایک خاص حکمت سے بے تکلف فرمایا تھا اس حکمت کو میں نے کہیں کتاب میں نہیں
دیکھا لیکن ایک خواب میں اس کا القا ہوا میں نے انگلستان کی ایک شہزادی کو خواب میں دیکھا کہ اسلام
پر شبہ کرتی ہے میں نے کہا کہ وہ کیا شبہ ہے کہا کہ حضور مزاح فرماتے تھے اور یہ متانت کے خلاف ہے اور نبوت
کے لیے متانت لازم ہے میں نے کہا کہ یہ شبہ جب ہوسکتا ہے کہ جب آپ مزاح اور ہنسی کو مقصود سمجھتے ہوں وہ
تو ایک حکمت کی وجہ سے تھی کہ آپکو خدا تعالیٰ نے ایک رعب عطا فرمایا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہیبت مشہور ہے اس حالت میں ممکن نہ تھا کہ لوگ دین کی باتیں پورے طور پر بے تکلف دریافت کر لیں اس لیے
مزاح کے واسطے سے آپ لوگوں کو بے تکلف بناتے تھے تو اس کی تسلی ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ حکمت

تھی اور صحابہ کی حکمت یہ تھی کہ ہماری اس بے تکلفی سے محبوب راضی ہوں صحابہ کا مشرب یہ تھا کہ زندہ کنی عطائے
تو۔ ور بکشی فدائے تو۔ جاں شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو۔ وہ ہر چیز میں حضور کی مرضی کو دیکھتے تھے انہوں نے اپنے
ارادوں کو فنا کر دیا تھا تو صحابہ نے دیکھا کہ حضور اسپر راضی ہیں کہ ہم سوار ہوں تو سوار ہو گئے تو حضورؐ میں اتنی
تواضع بڑھی ہوئی تھی کہ اتنے اجر کی بھی ضرورت کو ظاہر فرما دیا تو ہم کو بھی اجر کی ضرورت ہے تو اس کی تدبیر کرو جیسے
کہ روٹیوں کے لیے تدبیر ہے ہمارے بھائیوں کو روٹیوں کے لئے تو یہ شعر یاد ہے کہ شرط عقل ست جستن از درہا
لیکن آخرت کی روٹیوں کے لیے کچھ بھی یاد نہیں حالانکہ خدا نے یہاں کی روٹیوں کے لیے تو یہ فرمایا ہے وَمَا مِنْ
دَابَّۃٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا اور وہاں کیلئے ارشاد ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا تو یہاں کرلئے
تو اسقدر فکر اور وہاں کے لیے متوکل تو اگر ایسا ہی توکل ہے تو دنیا کے لیے توکل کیجئے تو یہ الٹا توکل کیسا ہے اور پھر
یہ توکل بھی تو نہیں کہ عمل تو چھوڑ بیٹھے ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہے توکل کی حقیقت وہی ہے جو توکیل کی ہے تو جب آپ
کسی کو وکیل بناتے ہیں تو کیا آپ بے فکر ہو جاتے ہیں اب اگر وکیل کہے کہ شاہد لاؤ اور آپ کہیں کہ جناب اب مجھے کیا واسطہ
جبکہ میں نے آپکو وکیل بنا چکا تو ہر شخص آپ کو نادان کہیگا تو وکیل بنانیکا خلاصہ یہی ہے کہ جس کام کو یہ نہیں سمجھ سکتے
اسکو دوسرے کے سپرد کر دیا ہے کہ اسکے بتلانیکے موافق کرتا رہے بس توکل بھی یہی ہے کہ خدا کے سپرد کام کر کے تدبیر کرو
اور وہ جو بتاتا جاوے کرتے جاؤ اب توکل اس کو سمجھا ہے کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہیں غرض توکل یہ ہے کہ جو خدا
نے تو یہ بتلایا ہے وہ اُسکے بتلانے سے کرو مثلاً یہ بتلایا ہے کہ جو نماز پڑھے گا وہ جنت میں جاویگا تو نماز پڑھو خلاصہ
یہ ہے کہ اجر کی سب کو ضرورت ہے تو اسکی بتلائی ہوئی تدبیر اختیار کریں اور وہ تدبیر اور طریقہ وہ ہے جو اس مقام پر
ذکر فرمایا ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ الخ بس اسمیں ایک امر تو یہ ہے کہ خدا سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے دوسرا
امر فرمایا ہے کہ سنو اور تیسرا امر ہے اطاعت کرو اور چوتھا یہ ہے کہ خرچ کرو تمھارے لیے بہتر ہوگا اور یہ یا تو آخیر کے
ساتھ ہے یا سب کے ساتھ ہے بس یہ چار امر ہیں اور ظاہر ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر سب الگ الگ ہیں تو اگر
ایسا ہوتا بھی تو بھی مضائقہ نہ تھا لیکن واقع میں اسمیں ربط بھی ہے اور اس سب مجموعہ سے مقصود ایک ہی چیز ہے
جو کہ اصل ہے یعنی اطاعت اور یہ دوسرے امر اُسکے طرق ہیں تفصیل اطاعت کی یہ ہے کہ اول دیکھا جاوے
کہ ہماری ترکیب کتنے اجزا سے ہے تو انسان میں دو چیزیں ہیں ایک جوارح ایک قلب یا ایک ظاہر اور ایک
باطن تو خدا نے اس اطاعت کی تفصیل فرمائی کہ اول اتقوا اللہ فرمایا ہے یہ تو قلب کے متعلق ہے نہ جیسا کہ آجکل
ہمارے بھائیوں نے تقوی کو خاص پانی کی احتیاط میں لیا ہے بعض بھی بڑا سمجھدار ہے کہ پانی میں تقوی تجویز
کیا کیونکہ پانی سستا ہے اسی واسطے ہمارے بھائیوں نے کبھی کھانے میں تقوی نہیں تجویز کیا پانی کی تو دو قسمیں
ہیں طاہر و نجس لیکن کھانے کی ایک قسم ہے کہ سب حلال ہے بہن کا رکھا ہو وہ بھی حلال ہے چندہ کا روپیہ کھا جاؤ

توکل کے معنی سمجھنے میں لوگوں کی غلطی کا رفع

اجر حاصل کرنیکی ضرورت اور اسکے طرق

آج کل لوگوں نے تقوی فقط پانی میں لیا ہے۔

وہ بھی حلال ہے البتہ اگر اسمیں گھی نہ ہو تو وہ حرام ہے۔ چنانچہ رڑکی میں ایک واعظ صاحب گئے ایک شخص نے انکی دعوت کی کہنے لگے کہ بھائی میں تو ایک خاص قسم کا کھانا کھایا کرتا ہوں اور اس کو ہماری ماما پکا سکتی ہے اس لئے میں دوسری جگہ نہیں جا سکتا نقد دیدو مگر اسنے کھانے ہی پر اصرار کیا آخر کھانا بھیجنے کی اجازت دی گئی وہ کھانا لایا تو واعظ صاحب نے اس کو مسجد میں رکھکر اور کھولکر سب نمازیوں کو دکھلایا کہ دیکھو بھائی یہ دعوت کا کھانا ہے کتنا کم ہے بوٹیاں پلاؤ میں بھی نہیں ہیں غرض وہ رسوا کیا کہ خدا کی پناہ وہاں سب لوگوں نے مولویوں کو برا بھلا کہا مگر واقع میں وہ مولوی نہ تھے یعنی وہ صاحب علم نہیں تھے کیونکہ علم گو سب تھا اگر تقویٰ بھی نہ تھا تاہم وہ ایک کمال ہے اور صاحب کمال میں خواہ وہ کمال کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو ایک طرح کی انسانیت اور غیرت ہوتی ہے حتی کہ ایک بڑھئی جو کہ ادنیٰ درجہ کا ہے اسمیں بھی ایک شان استغنا کی ہوتی ہے تو جب بڑھئی کے پیشہ میں یہ شان ہے تو کیا علم دین میں کچھ بھی نہ ہوگا باقی اس کا کچھ علاج ہی نہیں کہ کوئی راہ نجات دیکھ کر واعظ ہو جاوے اور جہلا اس کو عالم سمجھنے لگیں اس کا علاج صرف یہ ہے کہ تم کسی مولوی کا وعظ ہی مت سنو جب تک اسکے پاس کسی مسلم عالم کی سند نہ دیکھ لیں سنیں
اور میں اس مشورہ سے انکی روزی نہیں مارتا وعظ سننے سے منع کرتا ہوں باقی خالی بٹھا دینا تو تم ان کو پیسے دیدیا کرو تو غرض یہ ہے کہ یہ لوگ مولوی نہیں اور میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگوں نے مولویوں کو دیکھا نہیں کیونکہ آپ نے ان کے دروازوں پر جانا چھوڑ دیا انہوں نے آپکے دروازوں پر آنا چھوڑ دیا ...... اور نام کے مولویوں کا تو یہ حال ہے کہ میں کیا بتاؤں کہ ایک جگہ دیکھا کہ کرایہ پر ایک مولوی صاحب جھگڑ رہے تھے کہ اتنا کرایہ دو اور بلانے والے حساب کتاب بتلا رہے تھے غرض ایسے مشہور لوگوں کی نظر اسپر تھی کہ کھانا کیسا تھا اور ہماری لینے کو اسٹیشن پر آئے تھے یا نہیں تو غرض جب لکھے پڑھوں کی یہ حالت ہے تو عوام الناس اور دنیا داروں کی شکایت کیا ان کو زیادہ حق ہے کہ حلال ہونے کا معیار صرف یہ سمجھیں کہ اسمیں گھی ہو البتہ پانی کا تقویٰ سہل تھا اس کو اختیار کر لیا اور وہ بھی ہندوستان میں ہے میں نے حج کے سفر میں دیکھا کہ ایک صاحب جو کہ یہاں بڑے متقی تھے وہاں پانی سے استنجا بھی چھوڑ دیا تھا تو آدمی حد سے زیادہ نہ بڑھے شریعت نے اعتدال سکھایا ہے غرض پانی میں اس لئے تقویٰ ہوتا ہے کہ وہ سستا ہے اور کھانا بہت کہاں اور پھر حلال کہاں اس سے اسمیں حلال و حرام کے قصہ ہی کو حذف کر دیا اور خواہشوں کو خوب وسعت دیدی حتی کہ ہمارے بھائی بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ بغیر گوشت کے کھانا ہی نہیں کھاتے مگر صاحبو دنیا کی لذات سب ہیچ ہیں خواہ وہ کھانے کی ہوں یا نگاہ کی یا ہاتھ کی لوگ ان کو خفیف سمجھتے ہیں خصوص تمتعات شہوانیہ کو لیکن ان کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے

لب بر لب دلبراں بہوش کردن   آہنگ بسر زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیک فردا خوش نیست   خود را چو خسے طعمۂ آتش کردن

یعنی کل کو جہنم میں جھکنا اچھا نہ لگیگا۔ ایک بزرگ کو کسی۔۔ بادشاہ نے لکھا کہ ہم مرغ کھاتے ہیں اور تم خشک روٹی ہم حریر پہنتے ہیں اور تم گدڑی تو تم سخت مصیبت میں ہو ہمارے پاس آجاؤ ہم خوب خدمت کریں گے انہوں نے جواب میں لکھا ہے ؎ خوردن تو مرغ مسمی و مے ٭ طعمۂ ما نانک جوین ما ٭ پوشش تو اطلس و دیبا حریر ٭ بخیہ زدہ خرقۂ پشمین ما ٭ آخر میں فرماتے ہیں۔ کہ نیک ہمیں ست کہ می بگذرد ٭ راحت تو محنت دلتشین ما ٭ باش کہ تا طبل قیامت زنند ٭ آن تو نیک آید و یا این ما ٭ یعنی اس روز معلوم ہوگا کہ وہ حالت اچھی تھی یا یہ۔ حضرت نہ تو تمام عمر کباب پیٹ میں رہتا ہے نہ سوکھے ٹکڑے تو انجام پر نظر کیجئے تو تقویٰ تو آپ میں زیادہ ہونا چاہیئے نیز ہاں ہیں تو وسعت بھی ہے اگر کہیں حنفیہ کے ہاں تنگی ہے تو شافعی مالکیہ کے ہاں وسعت ہے بخلاف کھانے کے کہ مثلاً رشوت چاروں ہی مذہب میں ممنوع ہے تو جہاں وسعت تھی وہاں تو یہ تنگی اور جہاں تنگی تھی وہاں یہ وسعت سو تقویٰ حقیقت میں یہ نہیں جس کو لوگوں نے تجویز کیا ہے تقویٰ وہ ہے کہ جو حدیث میں ہے الا ان التقوی ھھنا واشار الی صدرہ ہاں ظاہری درستی بھی اسپر مرتب ہوتی ہے تو اصل لغت میں اسکی حقیقت ہے ڈرنا اور شریعت میں ایک مضاف الیہ کی تخصیص ہے کہ خدا سے ڈرنا پس تقویٰ تو افعال قلوب سے ہے تو فاتقوا اللہ میں تو یہ فرمایا کہ قلب کو درست کرو جو کہ قلب کی اطاعت ہے اسکے بعد فرمایا ہے واسمعوا یہ جوارح کا فعل اور اس کی اطاعت ہے بس حاصل یہ ہوا کہ تم ظاہر اور باطن دونوں کو اطاعت میں مشغول کرو یہ ہے اصلاح مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نے تو صرف ظاہر کی درستی پر اکتفا کیا ہے کہ داڑھی اور پاجامہ درست کر لیا اور دوسروں پر ہزاروں طعن کریں گے اگرچہ قلب کی حالت کیسی ہی ہو حدیث میں ہے کہ ایک قوم ہوگی کہ یلبسون جلود الضان فی اللسنۃ احلی من السکر وقلوبھم امر من الذیاب اور یلبسون کے یہ تو معنی ہیں کہ فقیرانہ لباس پہنیں گے یا یہ کہ ظاہر میں ایسے نرم بنیں گے مگر قلوب ان کے گرگ سے سخت ہوں گے ایک بزرگ فرماتے ہیں

از بروں چوں گور کافر پر حلل ٭ واندروں قہر خدائے عزوجل

کہ ظاہر تو ایسا اور باطن ایسا خبیث تو ایک طبقہ تو ایسا ہو گیا اور دوسرا ایک طبقہ ان کا مقابل ہوا کہ اگر در عمل کوش ہر چہ خواہی پوش ٭ لیکن کبھی انھوں نے زنانہ کپڑے نہیں پہنے۔ صاحبو اس مقابل کے دعویٰ میں دو جزو ہیں ایک تو یہ کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے تو اسکی تو نصوص سے تغلیط ہو گئی دوسرا جزو یہ کہ باطن ٹھیک ہونا چاہیے تو یہ درست مگر یہ غلط کہ ان کا باطن درست ہے کیونکہ ظاہر تابع باطن کے ہوتا ہے اگر باطن درست ہوتا تو ظاہر جو کہ تابع ہے وہ کیسے نہ درست ہوتا اگر آپ کسی حاکم کے سامنے جاویں اور آپ سلام بھی نہ کریں اور جب باز پرس ہو تو آپ کہیں کہ جناب میرا قلب آپ کی محبت و عظمت سے پُر ہے تو وہ حاکم کہیگا کہ ہرگز نہیں ممکن نہیں کہ قلب میں محبت و عظمت ہو اور گردن نہ جھک جاوے تو اگر ظاہر خراب ہے تو یہ دلیل انی ہے اسکی کہ

اصل تقویٰ فعل قلب ہے اور ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح لازم

مرزا قتیل کی حکایت

باطن ہرگز درست نہیں مرزا قتیل کی ایک حکایت یاد آئی کہ یہ نہایت آزاد تھے لیکن صوفی المشرب اور کلام بھی صوفیانہ مذاق کا ہوتا ہے کسی ایرانی کو انکے کلام سے دھوکہ ہوا کہ یہ شخص صاحب حال ہے اور مرزا سے ملاقات کا شوق ہوا آخر وہ دہلی آئے اور آکر اس حالت میں دیکھا کہ بیٹھے ریش ترشوا رہے ہیں اس ایرانی نے کہا کہ آغا ریش می تراشی مرزا قتیل نے جواب دیا کہ بلے ریش می تراشم لیکن دل کسے نمی خراشم آج کل یہ بات زبان زد ہے کہ بس کسی کو آزار مت دو یہی سب کچھ ہے اور یہ شعر سب نے یاد کر رکھا ہے کہ

مباش درپے آزار ہرچہ خواہی کن — کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

اس مسافر نے فی البدیہہ یہ جواب دیا کہ آرے دل رسول اللہ می خراشی۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ہفتہ میں دو مرتبہ آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں اس سے مرزا قتیل پر ایک حالت طاری ہوئی اور آنکھیں سی کھل گئیں ہوش آیا تو بزبان حال کہا کہ جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی ٭ مرا با جان جاں ہمراز کردی ٭ اب سمجھ میں آگیا ہوگا کہ مباش درپے آزار وہرچہ خواہی کن ٭ کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ ستاؤ تو مطلب یہ ہوگا کہ خلاف شریعت نہ کرو پس یہ بالکل غلط ہے کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے اور اگر غور کرو تو اسکے معنے یہ نکلتے ہیں کہ ہمارا قلب تو عبد ہے اور جوارح عبد نہیں یہ تو ایسی مثال ہے کہ آدھا عملہ درست ہو اور آدھا درست نہ ہو تو خدا تعالیٰ نے ہمکو دو عملے دیئے ہیں ایک ظاہر ایک باطن تو اطاعت میں سب ہی مقید ہیں چنانچہ خداوند جل جلالہ نے فاتقوا کے ساتھ اسمعوا فرما کر ظاہر فرما دیا کہ دونوں ہی درست ہوں اور اسی میں مقابلہ کے طور پر ساری جوارح لے لئے کیونکہ جارحہ سمع و دیگر جوارح میں کوئی وجہ فرق کی نہیں پھر اسکے بعد اطیعوا فرما دیا کہ کوئی کسی خاص عمل کی تخصیص نہ سمجھ جاوے اور اطیعوا میں ایک بات ہے طالب علموں کے سمجھنے کی وہ یہ کہ اطاعت مشتق طوع سے ہے اور طوع کہتے ہیں رغبت کو تو ترجمہ اس کا یہ ہے کہ خوشی سے کہنا مانو اور خوشی قلب میں ہوتی ہے اور کہنا ماننا جوارح کو بھی عام ہے پس اسمیں بھی جمع بین الظاہر والباطن ہو گیا آگے ارشاد ہے انفقوا خیرا لانفسکم اسمیں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ طاعات دو قسم کی ہیں ایک مالی ایک بدنی ہرچند کہ اطیعوا میں سب آگئے ہیں لیکن چونکہ حرص ہم میں غالب ہے چنانچہ اکثر کا مذاق یہ ہے کہ

گر جاں طلبی مضائقہ نیست — ور زر طلبی سخن دریں است

اللہ میاں سے لوگوں کو ایسی محبت ہے جیسے ایک بخیل کو اپنے دوست سے تھی کہ مانگنے پر بھی انگوٹھی نہ دی اور اسکی اس مصلحت کے جواب میں کہ اسکو دیکھ کر تمہیں یاد کیا کرونگا یہ کہا کہ جب اپنا ہاتھ خالی دیکھنا یاد کر لیا کرنا کہ ہم نے انگوٹھی مانگی تھی نہیں دی تو ایسی ہی محبت اللہ میاں سے بھی آج کل مسلمانوں کو ہے۔ مجھے یاد آگیا کہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے بیہودہ موقع پر دس ہزار روپیہ دیا اور ایک دینی موقع پر سو روپیہ دیا حالانکہ

وہ موقع ایسا تھا کہ سارا گھر دیدیں لیکن خیر کچھ تو دیں اور انفاق فی سبیل اللہ کی ایک ایسی سہل صورت ہی کہ کچھ بار ہی نہیں پڑتا جس کو میں نے اٹاوہ میں لکھا تھا کہ تمہارے گھر میں بہت سی چیزیں بیکار ہونگی تو تم فی سبیل اللہ وہی دیدو انمیں تمہارا کیا حرج ہے۔ بحمد اللہ اسپر لوگوں نے عمل کیا اور لکھا تھا کہ بیٹھے بیٹھے کیسے آتے ہیں اور ہمیں ایک ذرا اور سوچ کر لو اسطرح ایک تو وہ چیزیں ہیں کہ ناکارہ ہیں اُن کے متعلق تو تجویز پیش کر ہی چکا اور ایک وہ ہیں کہ ہیں تو کام کی مگر اُنکی سال سال بھی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً میز کرسی، پلنگ ختی کہ بعض ایسی چیزیں بکثرت ہیں کہ اُن کا ہونا معلوم بھی نہیں کہ آیا ہمارے گھر میں ہے بھی یا نہیں تو اگر ایسی چیزیں نکلجاویں تو کیا حرج ہو ایسی اشیا کی نسبت خوب کہا ہے

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش | آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

تو اُن کو بھی دیدیا جاوے تو انمیں کیا مشکل ہے غرض عبادت مالیہ یہی ہے چونکہ غلبہ حرص سے ہمارا یہ مذاق ہے اور اس میں ہمت کم ہے اسلیے عبادت مالی کو علیحدہ بھی ذکر فرمایا اور اُس پر وعدہ فرمایا خیر کا اور ایک بات میری سمجھ میں آئی کہ خداوند کریم کا کلام طب کامل ہے طب میں ایک تو دوا ہوتی ہے اور ایک پرہیز قرآن شریف میں ہر جگہ اسکی رعایت کی ہے یہاں وہ اسطرح ہے ہمارے اکثر امراض کا سبب ہے حب دنیا یہ وقت زیادہ نہیں ورنہ میں اسکو مفصل ذکر کرتا اور دنیا میں بھی سب سے زیادہ محبوب ہے مال کہ اکثر گناہوں کا ذمہ دار یہی ہے تو خدا تعالیٰ نے تفضل سے پرہیز بتلایا ہے کہ یہ پرہیز کرو ورنہ اطاعت کرو وہ اسکے اثر کی گاڑی چلیگی نہیں چنانچہ مشاہدہ ہے کہ ہم میں جبتک حب مال ہے اس وقت تک ہم اطاعت شروع کرتے ہیں لیکن چلتی نہیں جیسے ٹھیلی ہوئی گاڑی کہ جہاں چھوڑ دی وہاں ہی رُک گئی تو اب تو ہم اپنے کو ٹھیل رہے ہیں کہ گھسیٹ کر اوٹھایا تو تہجد کیلئے اٹھے اور نہ اٹھایا تو نہ اٹھے دلمیں شوق نہیں ہے اور واقعی اکثر کام شوق ہی سے ہوتے ہیں اسی کو کہتے ہیں ؎

صنما رہ قلندر سزد ار من نمائی | کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

تو نری پارسائی بدون شوق کے چلتی نہیں بلکہ وہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

بزمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد | کہ مرا خراب کردی تو بسجدہ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند | تو برون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

تو یہ حالت ہے ہمارے اعمال کی جب قلب میں کوئی حصہ محبت کا نہو اور وہ اُس وقت آتا ہے کہ غیر کی محبت نکلے ایک بزرگ کا قول ہے

حب حق خود لمیس یا حب سپہر | جمع ان دونوں کو تو ہرگز نہ کر

اور اکثر طبائع میں یہ حب غیر بہ رنگ حب مال زیادہ ظاہر ہوتا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے ایک لطیف طریقہ تبلایا ہے

بیان حب غیر کا علاج

اسکے نکلنے کا کہ خرچ کیا کرو واللہ اعلم کوئی بتلا نہیں سکتا کیا خبر ہو سکتی ہے کسی کو معانی کے خواص کی. صاحبو حکما صرف خواص اجسام کو دریافت کر سکے مگر انبیاء علیہم السلام نے خدا کے بتلانے سے معانی کے خواص کو بھی بتلایا ہے مثلاً حب مال کے خاصہ کو دیکھکر اُس کا علاج بتلایا ہے کہ خرچ کیا کرو اور علاج بھی کیسا آسان کہ جسمیں نہ محنت ہو نہ مشقت ہر شخص کر سکے وہ تعلیم نہیں جو غیر محقق کی ہوتی ہے کہ اسمیں ایسی سخت شرطیں لگاتے ہیں کہ خدا کی پناہ ایسے لوگوں کی تعلیم پر یہ یاد آتا ہے کہ

خستگان را چوں طلب باشد و قوت نبود / گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

اسکے معنے تو یہ ہوئی کہ اُس کا ایک بندہ ایسا بھی ہے جو اُس تک پہونچنے کے قابل نہیں حالانکہ وہاں سفرہ عام ہے اور اسمیں اسکی پوری رعایت ہے کہ

طفل را گر نان دہی بر جائے شیر / طفل مسکیں را ازاں نان مردہ گیر

چارپارا قدر طاقت بار نہ / بر ضعیفاں قدر قوت کار نہ

تو جو مشائخ غیر محقق ہیں اُنکے ہاں محض روٹیاں ہیں دودھ نہیں وہ بچہ کو بھی روٹی کھلاتے ہیں اور قرآن و سنت میں تو سب کچھ ہے یہ غضب نہیں کہ سب کو ایک ہی لکڑی ہانکا جاوے تصوف بیچارہ جو آج گم ہے کیونکہ انھوں ہر شخص کو ایک ہی لکڑی ہانکتے ہیں کہ بیوی کو چھوڑ دو اور اولاد کو عاق کردو گو بعض ایسے بھی ہیں جو ان تعلقات سے مجرد رکھے جاتے ہیں مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ نوکری بھی کریں اور صوفی بھی بنیں میں نے اسکو خاص طور سے اس لیے ذکر کیا کہ آج کل لوگ اپنے کو تحصیل کمالات باطنیہ سے اس بنا پر بہت معذور سمجھتے ہیں کہ نہ تو ہم سے نوکری چھوڑی جاوے گی نہ بیوی چھوڑی جاوے گی سو بفکر رہو یہ چیزیں نہیں چھڑائی جاوینگی ہاں یہ ضرور ہے کہ رشوت سے روکا جاویگا نیز آپ پر محنت شاقہ نہ ڈالی جاویگی جتنی قوت ہو اُتنا ہی بتلایا جاویگا چنانچہ جو محقق ہیں وہ دماغی قوت اور فرصت کو دیکھکر تعلیم کرتے ہیں اور سب کو الگ الگ بتلاتے ہیں اور اسی وجہ سے تصوف کی تعلیم خفی ہے کہ ہر ایک کا حال جدا ہے تو علانیہ تعلیم میں احتمال ہے کہ ایک طالب براہ ہوس دوسرے کی تعلیم پر بلا اجازت عمل کرنے لگے یہ وجہ ہے اسکے مخفی تعلیم کی نہ اس وجہ سے جو کہ مشہور ہے کہ تصوف کے مسائل سینہ بسینہ علاوہ شریعت کے چلے آتے ہیں دوسری اسمیں یہ حکمت ہے کہ خلوت کی بات خصوصیت کی سمجھی جاتی ہے اور اُس کی قدر زیادہ ہوتی ہے تو بہرحال محققین کے یہاں ہر شخص کو اسکی حالت کے موافق تعلیم دیجاتی ہے قوی کو اُسکے موافق ضعیف کو اسکے موافق جب اسمیں اسقدر سہولت ہے تو یہ دولت اصلاح باطن ہر شخص کو حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ جب دنیا کو نکالنے کے لیے ظاہراً کیسی مشکل پیش آئی تھی مگر خدا تعالیٰ نے اُس کا بھی کیسا آسان طریقہ بتلا دیا کہ خرچ کیا کرو تو اب کیسی جامع تعلیم ہو گئی کہ مرض بتلایا دوا بتلائی پرہیز بتلا دیا اس لیے

ان کو اس جگہ جمع کر دیا گیا اور ہر ایک میں مناسب اور مفید رعایتیں فرمائیں ہیں ہر ایک کو مفصل ذکر کرنا مگر وقت گذر گیا ہے اور مجملاً ذکر ہو بھی گیا ہے اس لئے میں سب کا قدر بقدر ہی بیان کرتا ہوں پس اتقوا اللہ میں یہ قید لگائی کہ ما استطعتم جس سے معلوم ہوا کہ ہمکو اسی قدر کا مکلف کیا گیا ہے کہ جسقدر طاقت ہو اگر اسپر کوئی کہنے لگے کہ ہم کو تو صرف ایک ہی وقت کی نماز کی طاقت ہے تو جواب یہ ہے کہ تم نے صرف اسیکو دیکھا ہے دوسرے مقام کو نہیں دیکھا کہ حق تعالی نے پانچ وقت کی نماز کا مکلف فرمایا اور پھر اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اس سے صاف معلوم ہوا کہ جتنے کا مکلف فرمایا ہے اس کی طاقت ضرور ہے پس اب جو یہاں فرمایا ما استطعتم تو مطلب یہ ہوا کہ جتنا تم کو بتلایا سب کرو اور قید بعنوان دل بڑھانے کے لئے فرما دیا جیسے کوئی نوکر سے کہے کہ تم سے یہ کام تو ہو سکتا ہے تو جو ہو سکتا ہے وہ نوکرو تو گویا اتصریحاً متنبہ کیا کہ تم سے تو ہو سکتا ہے تو یہ شبہ تو دفع ہو گیا اب ایک اور شبہ رہا کہ یہ تو مشاہدہ ہے کہ نہیں ہو سکتا تو یہ دعوی مشاہدہ کا بالکل غلط ہے بات یہ ہے کہ آپ ہمت نہیں کرتے اسلئے کچھ ثقل معلوم ہوتا ہے جس کو آپنے سمجھ لیا کہ نہیں ہو سکتا اسکی مثال ایسی ہے کہ آپکو رات کے وقت خفیف ترشح میں پیاس لگی مگر سردی کی وجہ سے آپکو باہر جانا ایسا دشوار ہوا کہ یوں سمجھے کہ ہم جا ہی نہیں سکتے لیکن رات کو دو بجے کے وقت ایک سوار آیا اور پروانہ دیا کہ کلکٹر صاحب نے بلایا ہے پس آپنے فوراً حکم دیا کہ گھوڑا کسو اور بارانی پہن کر دو میل چل گئے اور راستہ میں رعد و برق بھی ہوا سب کچھ ہوا مگر گئے ضرور تو اگر اس وقت پانی پینے کے لئے باہر نکلنا مشکل تھا تو اسی وقت دو میل چلنا کیسے آسان ہو گیا تو بات یہ ہے کہ فرق فقط ہمت کا ہے کہ اول پیاس کے وقت عزم و ارادہ نہ کیا تھا اور اب ارادہ کیا ہے تو جتنے کاموں کو آپ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ہو سکتا ان سب میں آپنے ارادہ ہی نہیں کیا بس یہ ہے وجہ حضرت مولانا استاذنا کی حکایت یاد آئی کہ نماز کے بارہ میں ایک حدیث ہے کہ ایسی نماز ہو کہ جس میں حدیث النفس و وسوسہ نہ لاوے وہ حدیث سبق میں آئی ایک طالبعلم نے کہا کہ حضرت کیا ایسی نماز ہو سکتی ہے مولانا نے کہا خوب فرمایا کبھی ارادہ کیا تھا کہ نہیں ہوئی یا ویسے ہی سمجھ لیا کہ نہیں ہو سکتی کر کے تو دیکھا ہوتا خلاصہ یہ ہوا کہ تمام اعمال میں پورا تقوی اختیار کرو اور وہ سب استطاعت میں ہے مگر شرط ارادہ آگے فرمایا ہے واسمعوا اس سے ایک مسئلہ مستنبط کرتا ہوں کہ احکام کا سننا بھی ایک بہت بڑا مقصود ہے ہم میں جو زیادہ کمی ہوئی ہے اس کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ علم حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں اور رہے بھی تو صرف علم معاش کی طرف اور میں معاش سے منع نہیں کرتا لیکن یہ شکایت ضرور ہے کہ باوجودیکہ معاد غیر محدود و غیر منقطع ہے اور معاش محدود و فانی ہے پھر غضب ہے کہ غیر محدود تو آپکی نظر میں وقعت نہ رکھے اور محدود وقعت رکھے حتی کہ احکام کو معلوم بھی نہ کیا جائے میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر عمل کی بھی نیت نہ ہو تب بھی علم حاصل کرو چاہئے

احکام کا سننا بھی مقصود ہے اگرچہ عمل کی نوبت نہ آئے [illegible]

تو عمل بھی کرنا لیکن اخیر بات ہو کہ اگر یہ بھی نہو سکے تب بھی علم حاصل کیجئے بہت بڑی بڑی خرابیاں دور ہو جاوینگی مثلاً اعتقاد کی کیونکہ اُنمیں تو کچھ کرنا پڑتا ہی نہیں دوسرے اعمال پر یہ اثر ہوگا کہ اگر کبھی توفیق ہوئی عمل کی تو راہ تو معلوم ہوگا مثلاً اگر کسی کو خارش ہو اور وہ علاج کرنا نچاہے تب بھی نسخہ تو ضرور ہی حاصل کرے۔ تیسری یہ نفع ہے کہ ابتو گناہ کرتے ہیں مگر گناہ نہیں سمجھتے جسمیں ایمان جانیکا اندیشہ ہے اور بعد حصول علم گناہ تو سمجھے گا تو اس سے جرم قدرے خفیف ہو جاویگا اور جرم کا خفیف ہو جانا گو برائت نہو خود یہ بھی ایسا مقصود ہے کہ اگر کسی مقدمہ میں پیروی کرنے سے جرم سے بری ہونیکی تو توقع نہو مگر خفیف ہو جانے کی اُمید ہو تب بھی اپیل کریں گے تو معلوم ہوا کہ خفیف ہونا بھی مقاصد میں سے ہے پس علم سے یہ فوائد ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ سب مولوی بنیں بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ سب لوگ مولوی نہ بنیں لوگ مولویوں کو ناحق ہی بدنام کرتے ہیں کہ یہ سبکو مولوی بنانیکی فکر میں ہیں مگر یاد رکھو ہم سب کو مولوی نہ ہونے دینگے کیونکہ مولوی بننے کے معنی ہیں مقتدا بننا اور اسکے لئے ہر شخص اہل نہیں ہو سکتا اسکے لیے بہت سی شرطیں ہیں کہ انمیں مثلاً تحمل اور وقار بھی ہو انمیں شان استغنا بھی خاص طور سے ہو اور یہ سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ اُسکی حالت طبیب کی سی ہے کہ جسکے لئے یہ امر مضر ہے کہ وہ دوا اُونکی دوکان بھی رکھے کہ اس سے شبہ خود غرضی کا ہوتا ہے اور ہم لوگوں میں کثرت سے تعلق جرص ہے تو اگر ایسا شخص مقتدا ہو جاوے تو قوم کیلئے بُرا نمونہ ہو جاویگا اس کی وہ حالت ہوگی کہ

زیاں می کند مرد تفسیر داں ۔۔۔ کہ علم و عمل میفروشد بناں

ایسا شخص اگر کہیں سفر میں ہو اور اُس کو روپیہ کی ضرورت ہوئی تو وہ ضرور وعظ کہکر مانگ لیگا بخلاف صاحب استغنا کے کہ گو حاجت اُس کو بھی ہوتی ہے لیکن اُسکی غیرت اُس کو ظاہر نہیں ہونے دیگی مجھے اسپر ایک شہزادہ کا قصہ یاد آگیا جو ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ ایک والی ملک لکھنؤ میں حسن اتفاق سے ایک جلاوطن شدہ شہزادہ ایران سے دوچار ہوگئے شہزادہ نے نواب صاحب کی دعوت کی نواب صاحب نے درخواست کی کہ کبھی ہماری ریاست میں آیئے چنانچہ اتفاق سے یہ شہزادہ ایک سفر میں بالکل مفلس ہوگیا اور اُس وقت نوابصاحب کی وہ درخواست یاد آئی اور اس ریاست میں بحال خستہ پہونچے نواب صاحب نے اُن کی یہ حالت دیکھکر براہ ترحم یہ شعر پڑھا ؎

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج ۔۔۔ احتیاج ست احتیاج است احتیاج

وہ شہزادہ مارے غیرت کے آگ بن گیا اور فی البدیہہ نہایت تندی کے ساتھ جواب دیا ؎

شیر نرکے می شود روبہ مزاج ۔۔۔ میزند بر کفش خود صد احتیاج

اور فوراً واپس ہوگیا۔ نوابصاحب دوڑے کہ خدا کے لئے ذرا ٹھیرئیے مگر نہیں ٹھیرا حضرت غیرت علمی تو اس سے بڑھکر ہوتی ہے اور ایک شرط مقتدا ہونے کی یہ ہے کہ اسکو حق میں خوف کسی سے نہو اسکی یہ شان ہو کہ ؎

قصہ شہزادہ ایران

موحد چہ برپائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس ہمیں ست بنیاد توحید و بس

تو کیا ہم میں ہر شخص ایسا ہے جو ان شرائط کا جامع ہو ہر گز نہیں جب ہر شخص ایسا نہیں تو آپ ڈریں نہیں کہ ہم سب کو مولوی بناتے ہیں ہاں سب کو عالم ضرور بنانا چاہتے ہیں لیکن عالم ہونے کے لیے عربی پڑھنا ضروری نہیں بلکہ احکام کا دریافت کرنا کافی ہے پس اتنا سب کے لیے بیشک ضروری ہے کہ احکام کو معلوم کریں اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ پڑھ سکتے ہیں وہ تو یہ کریں کہ ایک نصاب مقرر کرکے اُس کو روزانہ سبقاً سبقاً کسی عالم سے پڑھ لیں اور جو لوگ لکھے پڑھے نہیں ہیں وہ یہ کریں کہ ہفتہ میں دو مرتبہ ایک ایک آدمی پچاس پچاس آدمی کو لیکر بیٹھ گیا اور آدھ گھنٹہ کوئی دینی کتاب سُنا دی اب رہی عورتیں سو یا تو ان کو مرد پڑھا دیں یا ان کو کتاب سُنا دیا کریں اور عمر بھر اسی طرح شغل رکھیں تلائیے کیا مشکل کام ہے یہ تو روزمرہ مسائل سننے کا طریقہ ہے دوسرے یہ کام کیجئے کہ جو کام کرنا ہو علماء سے دریافت کر لیجئے اگر کوئی ملجاوے تو وہاں دریافت کیجئے یا مراسلت کے ذریعہ سے اس سے احکام معلوم ہوتے رہیں گے پس اس طریقہ سے علم کا حاصل ہو جانا کتنا آسان ہے اس طریقہ دو برس میں ہر شخص عمل کے لیے مولوی ہو سکتا ہے لیکن وعظ نہ کہنا چاہئیے کہ یہ نازک کام ہے اسکے لیے اتنی معلومات کافی نہیں اسلیئے وعظ تو وہی کہیں جو باقاعدہ علوم حاصل کیے ہوئے ہوں۔ تو اسمیں سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اسکے بقا کی بھی ضرورت ہے کیونکہ یہ سب طرق علم کے وجود پر موقوف ہیں تو اگر اس کا سامان انقطاع ہو تو یہ سلسلہ بھی گم ہو جاویگا اور اس کا کوئی طریقہ سوائے اسکے نہیں کہ ہر شہر میں ایک مدرسہ ہو جس میں تعلیم عربی کی تکمیل ہو خیر اگر اسکی ہمت نہ ہو تو کم از کم ہر شہر میں ایک عالم ہی رہے گو اس وقت آپ اُن سے فائدہ نہ اُٹھاویں لیکن تب بھی رہنا ضروری ہے اور ان عالم سے ایک کام تو یہ لیں کہ چھوٹے بچوں کو ان کے سپرد کریں دوسرے یہ کہ اُن سے مسائل پوچھیں اور محلہ در محلہ اُن سے ضروری وعظ کہلاویں اطیعوا کے متعلق اتنا کہنا ضروری ہے کہ جب اسکے معنے خوشی سے ماننے کے ہیں تو آپ پر واجب ہوا کہ آپ خوشی سے مانیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ محبت دل میں پیدا کرو تاکہ کہنا ماننا خوشی سے ہو اور اسکے پیدا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ عمل شروع کر دیں اول تکلف ہو گا پھر عادۃ ہو گی پھر اسکی برکت سے محبت بڑھنے لگے گی اور راز اسمیں یہ ہے کہ سہولت ہو گی ظاہر سے بھی باطن میں مدد ملتی ہے دیکھو اسی ظاہر کی برکت ہے کہ اس سے شدہ شدہ ایسی محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہماری نماز گو کوئی نماز نہیں مگر باوجود اسکے یہ حالت ہے کہ اگر کوئی پکا نمازی ہو اور وہ غریب ہو اور اس سے کہا جاوے کہ سو روپیہ لیجئے آپکی نماز قضا کر دو تو ہرگز نہ راضی ہو گا تو دیکھئے عمل کی ظاہری پابندی سے بھی قلب میں محبت پیدا ہو گئی تو سب اعمال کو تکلف کیا کیجئے اس سے محبت پیدا ہو گی اور اس محبت کے قائم رہنے کا طریقہ

[illegible] سے علم [illegible] کا طریقہ

[illegible] کا طریقہ

یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجیے زیادہ نہ ہو تو کم از کم ہفتہ میں ایک ہی بار یا مہینہ میں ایکبار کسی اہل اللہ کے پاس بیٹھئے اسمیں خاصیت ہے کہ اُسکے اندر جو چیز ہے وہ شدہ شدہ آپکے اندر بھی آویگی اور بس آپ اپنے دنیا کے کام نہیں چھڑاتا اپنی فرصت کے وقت جاکر اُنکے پاس رہیئے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اُن کے ملفوظات ہی پڑھیے لیکن محض تذکرہ اور فن کی کتابوں کی طرح نہ دیکھئے گا اس طریقہ سے محبت قائم رہتی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔ تیسری چیز جس سے محبت بالخاصہ بڑھتی ہے وہ ذکر اللہ ہے گو تھوڑی ہی دیر اللہ اللہ کرے اور اسی میں سے کچھ وقت نکال کر نفس کا محاسبہ کیا کیجیے کہ تونے یہ نافرمانی کی ہے ایک وقت تجکو خدا کے سامنے جانا ہے پھر خدا کے عذاب کو یاد کرے اور توبہ کرے کہ مجھے نافرمانی سے بچا لیجیے یہ وہ طریقہ ہے کہ اسمیں نہ نوکری چھوٹے نہ تجارت اور اپنی اولاد کے لیے بھی یہی کیجیے بلکہ اُن کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ آپ نے پھر بھی بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں اسلیئے آپ میں زندقہ تو نہیں ہے اور ان نو عمروں میں زندقہ ہے کہ تمسخر کرتے ہیں مگر اسمیں اول خطا ماں باپ کی ہے مجھے ایک لڑکا ملا بریلی میں کہ اُسکے دادا نے اس غرض سے پیش کیا کہ اس کو نماز کی فہمایش کردیں میں نے نرمی سے پوچھا کہ جب خدا تعالیٰ کا حکم ہے پھر تم کیوں نہیں پڑھتے اُسنے بیدھڑک کہا کہ صاحب مجکو خود خدا ہی کے وجود میں شک تھا میں نے اُس کے دادا سے کہا کہ تم نماز کو لیئے پھرتے ہو اسکو تو ابھی مسلمان بنانے کی ضرورت ہے اسکے بعد وہ آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ سب وبال باپ پر ہوگا کہ مجکو فلاں کالج میں بھرتی کیا اور میں کیا بتلاؤں کہ وہ کہاں پڑھتا تھا ایک اسلامی کالج میں پڑھتا تھا اسی لیے کہا کرتا ہوں کہ گورمنٹ اسکول میں پڑھنے سے اسقدر بے دینی نہیں ہوتی جسقدر وہاں ہوتی ہے غرض یہ حالت ہو گئی ہے نئی تعلیم کی سو یہ ماں باپ کے ذمہ ہے اسلیئے میں کہتا ہوں کہ ان بچوں کو زیادہ ضروری سمجھکر علم دین پڑھائیے اور اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کیجیے کہ سال میں کم سے کم ہفتہ دو ہفتہ کسی اہل اللہ کے پاس ان کو ضرور رکھیے

وہاں یہ حالت ہوتی ہے

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی　　چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
صحبت نیکاں اگر یک ساعت است　　بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا　　گو نشیند در حضور اولیا

اور اسکے مقابل کی صحبت میں اس کا مقابل دوسرا اثر ہے۔

تا توانی دور شو از یار بد　　یار بد بدتر بود از مار بد

خصوص جہاں تمام عمر کی صحبت ہو یعنی تعلق نکاح اور آج کل اسی میں زیادہ بے احتیاطی ہے ایک بار بعض انگریزی خواں بندے اس بات پر خفا ہو گئے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ لڑکی کے پیغام کے وقت یہ بھی تو

تحقیق کر لیا کرو کہ لڑکا مسلمان بھی ہے یا نہیں کیونکہ ان نو عمروں میں ایسی بیباکی ہے کہ بعض اوقات ان کے بعض کلمات سے کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا ان بچوں کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ کسی کے پاس رہیں۔ یہ ایسی مفید چیز ہے کہ اگر اعمال میں بھی کوتاہی ہو تب بھی وہ مسلمان تو ہو گا چنانچہ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ عمل میں آزاد اور عقیدہ میں نہایت پختہ تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ کسی مولوی کی صحبت میں رہے ہیں تو صحبت سے عقائد درست رہتے ہیں حضرت عمل تو دوسری چیز ہے لیکن اصل دین وہ ہے جو قلب میں رچ جاوے سو یہ صحبت پر موقوف ہے تو بچوں کے لئے آپ ضرور ایسا کیجئے ورنہ کل کو آپ پچھتائیں گے اور روئیں گے جب انکی حالت تباہ دیکھینگے چنانچہ ایک صاحب بیرسٹری پاس کر کے آئے اور نماز کی تاکید پر باپ کو یہ جواب دیا کہ کس کی نماز پڑھوں باپ نے کہا کہ جس نے تم کو پیدا کیا آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو تو تم نے اور میری ماں نے پیدا کیا باپ روئے اور کہا کہ میں نے چالیس ہزار روپیہ میں جہنم خریدا ہے اور اگر آج نہ روئے تو کل قیامت میں رونا پڑیگا جب دیکھا جاویگا کہ لڑکا کندۂ جہنم ہے میں انگریزی کو منع نہیں کرتا بلکہ میں تو اس وقت نماز روزہ کو بھی نہیں کہتا صرف یہ کہتا ہوں کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہنے کا اہتمام کچھ کر لو بس یہ ہے حاصل مجموعہ ذرائع محبت کا جس سے حقیقت اطاعت کی میسر ہو گی یعنی تکلف عمل کرنا اور صحبت اہل اللہ کی اختیار کرنا بس وعدہ کرتا ہوں کہ اس وقت آپ خوشی سے قبول کرینگے پھر نماز کا قضا ہو جانا آپکو ایسا گراں ہو گا کہ جیسے بیٹا مر گیا اور یہی تو وجہ ہو کہ سلف کی اگر تکبیر اولیٰ قضا ہو جاتی تھی تو لوگ تعزیت کرتے تھے تو آپکی بھی یہ حالت ہو جاویگی کہ

بر دل سالک ہزاراں غم بود | گر ز باغ دل خلالے کم بود

اب بتلایئے اسمیں کونسی دشواری ہے ہمتو یرید اللہ بکم الیسر پر عمل کرنے کے طریق کی تعلیم کرتے ہیں لیکن اب بھی اگر کوئی نہ کرے تو ہم کہینگے کہ

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر | تجھسے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

یہ اطیعوا کے متعلق ہے اور انفقوا کے متعلق میں اتنا کہتا ہوں کہ اکثر خرابیاں حب مال سے ہوتی ہیں چنانچہ اسراف بھی حب مال سے ہوتا ہے اور اسکا عکس بھی ہوتا ہے اور بخل بھی اسی سے ہوتا ہے اس کا خصوص کے ساتھ علاج ہونا چاہیئے آگے فرماتے ہیں وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہ خاص متعلق مال ہی کے ہے کہ جو شخص بخل نفس سے بچا لیا جاوے اس کی فلاح ہو گی حرص و بخل سے بچنے کی خاص کر کے ترغیب دینے کی وجہ یہی ہے کہ اس سے زیادہ مفسدہ ہوتا ہے اور اس میں ایک نکتہ بھی ہے کہ شُحَّ نَفْسِهٖ فرمایا ہے الشح نہیں فرمایا وہ نکتہ اسی مجلس میں قلب میں آیا ہے وہ یہ کہ نفس کا لفظ جو بڑھا دیا گیا ہے اسمیں یہ امر بتلا دیا کہ حرص ایک تو ہے کہ اسکی ذات میں ہو دوسری یہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے ہو تو یہ وہم

توکسی کو بُرا نہیں لگتا اور اگر کہو کہ بعض کو وہ بھی بُرا لگتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ اول سے بڑی چیز مل گئی مثلاً دنیا کی جاہ یا آخرت کی نعمت سو جب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ مال لینے سے دین ضائع ہوتا ہے یا اس کی ذلت ہوتی ہے تو وہاں مال مبغوض ہوتا ہے ورنہ فی نفسہ مال مرغوب ہے پس اگر نفس کا لفظ ہوتا تو لوگ مرجاتے کیونکہ سب ہی کم و بیش حریص ضرور ہے تو نفسہ بڑھا کر بتلا دیا کہ اگر حاجت کے موافق حرص رہے تو وہ ذاتاً بُرا نہیں ہے اس لئے اس سے بچنا ضروری نہیں ہاں حاجت سے قطع نظر خود حب ذات ہی میں اسکی محبت ہو تو وہ حالت خطرناک ہے اور اس تحقیق سے ایک بڑے جھگڑے کا فیصلہ ہو گیا کہ علماء میں اور اہل دنیا میں بڑا جھگڑا ہے ترقی کی بابت کہ ترقی کریں یا نہ کریں پس فیصلہ یہ ہوا کہ حاجت کی قدر تو جائز لیکن اسکو خود مقصود سمجھنا ناجائز جس کا حاصل دوسرے عنوان میں یہ ہے کہ طلب دنیا یعنی دنیا کمانا تو بُرا نہیں ہے لیکن حب دنیا بُرا ہے ہمارے حضرت نے اسکی ایک مثال دی ہے کہ مال مثل پانی کے ہے اور قلب مثل کشتی کے اور

آب در کشتی ہلاک کشتی ست | آب اندر زیر کشتی پشتی ست

یعنی کہ پانی کشتی کا معین بھی ہے اور اس کو ڈبونے والا بھی ہے اس طرح کہ کشتی سے باہر ہے تو معین ورنہ مہلک ہے اسی طرح مال ہے کہ اگر مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین اور اگر قلب کے اندر اسکی محبت ہے تو مہلک اور اسی کو کہا ہے

مال را گر بہر دیں باشی حمول | نعم مال صالح گفت آں رسول

حدیث میں ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح ایسی حالت میں وہ لوگ مال اقارب کو دینگے چندہ دیں گے لوگوں کی مدد کرینگے اور اگر دل میں محبت مال کی ہے تو اوروں کے حقوق دبا دیں گے تو حاصل فیصلہ کا یہ ہوا کہ علماء حب دنیا کو منع کرتے ہیں کسب دنیا کو منع نہیں کرتے تو شح حاجت کا مضائقہ نہیں شح نفس بُرا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس راز کو خوب سمجھا کہ جب فارس کا خزانہ آپکے سامنے آیا تو آپ نے آیت زین للناس حب الشہوات پڑھی اور فرمایا کہ اے اللہ اس سے معلوم ہوا کہ ہم میں اسکی رغبت تو پیدا کی گئی ہے تو اس کا ازالہ تو نہیں چاہئے مگر یہ دعا ہے کہ یہ محبت آپ کی محبت میں معین ہو جاوے غرض گنج پڑنا اور قبلہ بنانا درست نہیں اب میں ختم کرتا ہوں دیکھئے خدا تعالیٰ نے کن کن شفقتوں سے ہمارا علاج فرمایا ہے کہ ظاہر باطن سب کی درستی ہو جاوے اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم سب ملکر ہمت کریں اور علم و عمل کا اہتمام کریں اور یہ سب تدابیر ہیں لیکن تدابیر کا نافع ہونا خدا کی مدد سے ہوتا ہے تو دعا کیجئے کہ وہ اسکی توفیق دے اور ہماری مدد فرماوے آمین ثم آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسیدنا حبیبنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین تمت

اطلاع

اسوقت مجلس خیر میں جو مسودات مواعظ کے ایسے موجود ہیں جنمیں کوئی حالت منتظرہ نہیں ہی بلکہ طبع کیلئے بالکل طیار ہیں اونکے نام مع اوس خرچ کے جو انکی تسوید وغیرہ میں ہوا ہے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اگر کوئی تاجر تجارت کیلئے یا کوئی صاحب تقسیم کیلئے طبع فرمانا چاہیں تو ان کو انتخاب میں آسانی ہو۔ **قاعدہ** اصل مسودہ مجلس میں وقف رہتا ہے اسکی نقل طالب کو دی جاتی ہے۔ انکی قیمت میں ایک مختصر جزو سائر خرچ کا بھی لگایا گیا ہے۔ یہاں کی کسی تصنیف پر حق تالیف نہیں لیا جاتا لہذا کسی کو رجستری کرانے کا حق نہیں ہے۔ ان مصارف میں اجرت نقل اور اضافہ ہوگی

نوٹ۔ اس اطلاع کے مخاطب وہ حضرات نہیں ہیں جو امداد المواعظ میں اعانت فرماتے ہیں۔

نمبر	نام وعظ	مصارف	نمبر	نام وعظ	مصارف	نمبر	نام وعظ	مصارف
۱	ادرج قنوج	[illegible]	۱۴	ذم النسیان	[illegible]	۲۷	صبح امید	[illegible]
۲	دستور سہارنپور	[illegible]	۱۵	اسباب الفتنۃ	[illegible]	۲۸	ذم المکروہات	[illegible]
۳	دواء العیوب	[illegible]	۱۶	سبیل النجاح	[illegible]	۲۹	شکر العطا	[illegible]
۴	نشر الرحمۃ	[illegible]	۱۷	اسباب الغفلۃ	[illegible]	۳۰	حقوق السراء والضراء	[illegible]
۵	انوار السراج	[illegible]	۱۸	تفصیل الدین	[illegible]	۳۱	مواساۃ المصابین جزو اول	[illegible]
۶	العتق من النیران	[illegible]	۱۹	حقوق البیت	[illegible]	۳۲	الامتحان	[illegible]
۷	الاطمینان بالدنیا	[illegible]	۲۰	اسباب الفضائل	[illegible]	۳۳	خیر المال للرجال	[illegible]
۸	شعبان فی شعبان	[illegible]	۲۱	اعانۃ النافع	[illegible]	۳۴	خیر الاثاث للاناث	[illegible]
۹	شب مبارک	[illegible]	۲۲	علو العباد	[illegible]	۳۵	الہوی والہدی	[illegible]
۱۰	مثلث رمضان	[illegible]	۲۳	عود العید	[illegible]	۳۶	احکام الجاہ	[illegible]
۱۱	اعتصام بحبل اللہ	[illegible]	۲۴	سلوۃ الحزین	[illegible]	۳۷	ذم العلائق مع الخلائق	[illegible]
۱۲	تاسیس البنیان	[illegible]	۲۵	القاف	[illegible]	۳۸	تحقیق الشکر	[illegible]
۱۳	تحریم المحرم	[illegible]	۲۶	الکاف	[illegible]	۳۹	رجاء اللقاء	[illegible]

المشتہر

مہتمم مجلس خیر تھانہ بھون